Registered
L. No. 89.

نور افشاں

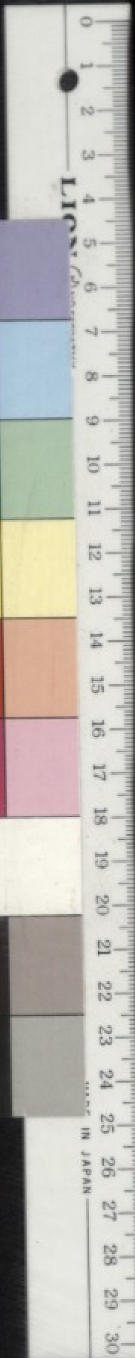
حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

نمبر (۴۷) ہر ہفتہ بروز جمعہ شائع ہوتا ہے - ۲۳ - نومبر ۱۹۱۶ء جلد (۴۳)

گلدستۂ اخبار

انڈین سول سروس کے کامیاب امیدواران میں سے مندرجہ ذیل صاحبان پنجاب سے متعلق کئے گئے اور مندرجہ ذیل مقامات پر تعینات کئے گئے ہیں :-

جے - سی - ڈبلیو بیک نیئر صاحب کرنال میں دو ماہ کے لئے برائے تعلیم بندوبست اور پھر انبالہ میں - ایس - ایل صاحب ملتان میں اور پھر دو ماہ کے لئے برائے تعلیم بندوبست رہتک میں - بی - جے گلینسی صاحب راولپنڈی میں اور پھر جنوری میں برائے تعلیم بندوبست دو ماہ کے لئے گوجرانوالہ میں - ایم - ایل - ایچ ڈیشل ورتھ صاحب گوڑگانوہ میں دو ماہ کے لئے برائے تعلیم بندوبست اور پھر جالندھر میں - آر - ڈی ٹامسن صاحب گوڑگانوہ میں دو ماہ کے لئے برائے تعلیم بندوبست اور پھر فیروزپور میں - ایم - جی - بی رئیس صاحب گوجرانوالہ میں اور پھر ماہ جنوری میں دو ماہ کے لئے برائے تعلیم بندوبست دہلی میں - پی - جے رسٹ صاحب سیالکوٹ میں اور پھر جنوری میں دو ماہ کے لئے برائے تعلیم بندوبست رہتک میں - اے اے ایم بچل صاحب لاہور میں اور پھر جنوری میں دو ماہ کے لئے برائے تعلیم بندوبست دہلی میں - ایل ڈی صاحب جہلم میں - سی - ڈبلیو جیکب صاحب گوجرانوالہ میں - ۱۳ نومبر کے تیسرے پہر کلکتہ میں ہیرسن روڈ کے اوپر پولیس اور کابلیوں میں جھگڑا ہوگیا مگر شکر کی بات ہے کہ نقصان بہت نہیں ہوا آخر یورپین پولیس نے آکر فساد کو بند کر دیا - کربلا میں جو بدامنی ہو رہی ہے اس کی وجہ سے فارسی سفیروں نے پورٹ میں تحقیقات کی ایک ترکی فارسی کمیشن قایم کرنے کی تجویز کی ہے - مسٹر سکرٹری شکان نے ایک موقع پر کہا کہ میری دانست میں جاپان کے ساتھ جو عہد نامہ ہو گیا ہے اس سے جاپانی لڑکوں کو دیگر قوموں کے بچوں کی طرح یکساں تعلیم پانے کا حق مل گیا ہے - ۱۳ نومبر کو سرجیمس لاٹوش صاحب بہادر نے یورپین لیڈیز و جنٹلمین اور ہندوستانی شرفا اور عوام الناس کے روبرو آگرہ بادمیں دریائے جمنا پر منوہرداس کے اشنان گھاٹ کا افتتاح کیا - یہ گھاٹ شیوناجپور کے پتھروں سے بڑا خوب صورت اور وسیع بنا ہوا ہے - جمنا کے بلند ساحل سے لیکر پانی تک نہایت عمدہ اور فراخ سیڑھیاں بنائی گئی ہیں اور ہر طرح سے حفاظت کا سامان کیا گیا ہے - ہندوستان کے سروے آف انڈیا کے ٹریگانومیٹریکل شاخ میں ایک خاص افسر کی تعیناتی کا فیصلہ کر دیا گیا ہے - یہ افسر انگلستان میں مقرر ہوگا اور ہندوستان کے سکرٹری آف سٹیٹ کے ماتحت رہیگا - شمالی ہند کے محکمہ نمک کے محصول میں ۱۹۱۵ء-۱۶ کے اندر ۱۹۱۴-۱۵ء کی بہ نسبت ۲ لاکھ پندرہ ہزار ۲ سو ۵ روپیہ کا گھاٹا رہا - اگرچہ ۱۹۱۵-۱۶ء میں پہلے سال کی نسبت مقدار میں ۲ لاکھ ۱۵ ہزار ایک سو تیرہ من کا اضافہ ہوا - کالکا کے نزدیک ایک پلٹن چاند ماری کر رہی تھی کہ ایک سارجنٹ کی بندوق کا کارتوس پھٹ گیا اور بندوق میں سے وہ مادا نکلا اس کے بازو کو سخت نقصان پہنچایا نزدیک کے آدمیوں میں سے ایک شخص کا چہرہ بہت ہی جل گیا اور اس کی آنکھوں میں سخت ضرب لگی - برٹش انڈیا سٹیم نیویگیشن کمپنی کا جہاز جو کلکتہ سے رنگون کو گیا ہے تو قلی ہیضہ سے فوت ہوگئے - پورٹ ہیلتھ آفیسر نے اسکو روک لیا اور تمام جہاز اور اہل جہاز کا ڈس انفکشن کیا اور دوسرے روز اس کو روانہ کر دیا - انگلستان میں ڈاکٹر برنارڈو نے تیامی یا غریبا کے لڑکے لڑکیوں کی پرورش کا جو انتظام کیا ہوا ہے - اس غریب خانہ میں ۱۹۱۵ء میں ۲۲۴۱ بچے داخل ہوئے - قریبا وہاں کے آٹھ ہزار بچوں کا ماہواری خرچ مرف خوراک کے متعلق ۲۰۰۰ پونڈ ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان بڑا ہی مفلس ہے مگر ساتھ ہی اناتھوں کی پرورش کا بھی انتظام خوب ہے - سوڈان میں شراب خوری روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے - چنانچہ ۱۹۱۲ء میں ۱۹۰۳۰ معرفی پونڈ کی شراب بیرونجات سے سوڈان میں گئی - ۱۲ نومبر کو الہ آباد یونیورسٹی کا کانووکیشن ہوا اور جناب ہائی سکول کے دو پرانے طلبا کو ایم اے کی ڈگری ملی - اسی موقعہ پر الہ آباد کرسچن کالج کے پرنسپل صاحب نے پہلی مرتبہ سات جوانوں کو بی اے کی ڈگری کے لئے پیش کیا - بڑی خوشی کی بات ہے کہ لکھنو کے بشپ صاحب نے پادری ایس نہال سنگھ صاحب بی اے کو اپنا ایک قسیس مقرر کر لیا ہے جس کی رسم ۱۸ نومبر کو ادا کی گئی - چند مہینوں سے الہ آباد میں ایک نئی میسی فرقہ کے آٹھ اشخاص آئے ہوئے ہیں جو اپنے آپکو "برنگ بش" کے شرکا کہتے ہیں - یہ لوگ ہندوستانی ملکانوں ہیں - یہ نہایت غریبی طور پر اپنا گذارہ کرتے ہیں - انکی عبادت کا طریقہ نرالہ ہے - مرد اور عورت عبادت میں اچھلتے کودتے چلاتے اور شور مچاتے اور دعا اور وعظ بھی کرتے ہیں - ان کے



ایڈیٹوریل نوٹس

لیک میموریل امتحان کا نتیجہ اور آئندہ سال کے مضامین امتحان کے متعلق امید ہو کہ آئندہ پرچہ میں درج کرینگے۔ ایڈیٹر

پنجابی پر جو مقدمہ سرکار کی طرف سے جاری ہو وہ کئی ایک پہلوؤں سے دلچسپ ہو اس لئے ہم اس کو اخبار میں متواتر دیتے رہینگے۔ امید ہے ناظرین بھی مدنظر رکھینگے۔ ایڈیٹر

اخبار پنجابی پر مقدمہ ۔ دوسری پیشی۔

۸ نومبر کو دوپہر کے ۱۱ بجے اس مشہور مقدمہ کی دوسری پیشی شروع ہوئی۔ سرکار کی طرف سے مسٹر پٹمین اسسٹنٹ مشیر قانونی موجود تھے۔ ملزمان معہ اپنے وکلاء کے تشریف فرما تھے۔ لالہ جسونت رائے کی طرف سے سردار گرچرن سنگھ۔ مسٹر شادی لعل اور مسٹر بھگت بیرسٹران اور مسٹر اٹھولیے کی جانب سے لالہ لاجپت رائے بھگت ایشر داس و بخشی ٹیک چند وکیلان موجود تھے۔ عدالت کا کمرہ شائقین سے بالکل بھرا ہوا تھا۔ اور لوکل اخبارات کے نامہ نگار بھی موجود تھے جنکو مسٹر ہیٹ صاحب مجسٹریٹ ضلع نے خاص جگہ بیٹھنے کے لئے دی تھی۔

استغاثہ کے گواہ

مسٹر سینر نے حلفاً بیان کیا میں ضلع کا سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوں۔ ۱۸۹۹ء میں میں گوجرانوالہ کا ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا۔ مجھکو یاد ہے کہ میں وزیرآباد گیا تھا۔ دسمبر کا مہینہ تھا لیکن مجھکو ٹھیک تاریخ یاد نہیں کہ کب میں رحمت علی کی موت کے بارہ میں گیا تھا۔ میں اُس وقت سول ٹھہرنے کی جگہ پر وزیرآباد میں ٹھہرا ہوا تھا۔ مسٹر چارلس ڈائل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر رہتے تھے گجرات کی سمت میں وزیرآباد کے اُس طرف شکار کھیلنے کا بندوبست کیا میں نے اس دن تیسرے پہر جانے کا انتظام کیا۔ مجھکو ٹھیک ٹھیک یاد نہیں۔ رام نراین ڈپٹی انسپکٹر وزیرآباد سے میں نے گھوڑا لیا۔ میں اُس کے واسطے گھوڑے کی آزمائش کرتا تھا۔ کیونکہ ڈپٹی انسپکٹر موصوف اپنے گھوڑے سے کسی قدر گھبراتا تھا۔ مگر میں اس کو دکھلانا چاہتا تھا کہ سوائے ذرا تیز اور تندخو ہونے کے گھوڑے سے اور کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے۔ میں اس گھوڑے پر سوار ہوکر ڈائل صاحب کے مکان تک گیا میرا مطلب تھا کہ میں شکار کرکے جلد واپس آجاؤنگا۔ جب میں وہاں پہنچا۔ تو صاحب موصوف نے مجھ سے ٹھہرنے کے لئے اصرار کیا اور کہا کہ کھانا کھاکر میں بعد کو چلا جاؤں۔ میں نے اسی وقت دن میں وہ گھوڑا ایک آدمی کے سپرد کردیا۔ جس کو میں نے خود نہیں بلایا تھا۔ بلکہ جیسا کہ بعد کو معلوم ہوا کہ وہ کانسٹیبل تھا۔ جو رام نراین ڈپٹی انسپکٹر نے گھوڑے کو تھامنے کی غرض سے ساتھ کردیا تھا۔ میں نے اس کانسٹیبل سے گھوڑا واپس لیجانے کو کہا میں نے اس سے یہہ نہیں کہا کہ وہ سوار ہوکر جاوے میں نے اس سے یہ بھی کہا تھا کہ میری قیام گاہ پر جاکر وہ میرے ملازموں کو خبر کردے کہ میں یہاں کھانا کھاؤنگا۔ لہذا جلد واپس نہ آسکونگا۔ جس وقت میں نے گھوڑا اُس کے حوالے کیا۔ وہاں اور لوگ بھی موجود تھے۔ جو میں خیال کرتا ہوں کہ ڈائل صاحب کے ملازم اہل اللہ تھے۔ میں یہہ نہیں کہہ سکتا کہ وے کون تھے وہ کانسٹیبل اس گھوڑے کو لیگیا۔ ڈائل صاحب اور میں پاس کے جنگل میں شکار کو گئے۔ ہم نے وہاں کچھ بھی نہ دیکھا۔ ہم نے وہاں پر ایک فیرنگ نہیں داغا نہ ہی کسی سئور کو مارا ہم ڈائل صاحب کے مکان کو لوٹ آئے۔ میں نے وہاں کھانا کھایا اور قریب نو یا دس بجے کے اپنے آپ پیدل اپنے قیام گاہ کو لوٹ آیا۔ میں یہاں یہہ بھی ذکر کردوں کہ گرانڈ ٹرنک روڈ جو اُس بنگلہ کے پاس وزیرآباد کو جاتی ہو بہت کچھ اٹھی ہوئی ہے کیونکہ دریا کے نزدیک ہو اور سڑک کے دونوں طرف نیچے نیچے راستہ ہیں جہاں اکثر گاڑیوں والے اور مویشی آیا جایا کرتے ہیں ڈائل صاحب کا بنگلہ سڑک سے نیچائی میں واقع ہے۔ لکڑی کا بنا ہوا ہے اور اور گجرات سے وزیرآباد کو جاتے ہوے داہنی طرف کو واقع ہے جب میں اپنے قیامگاہ کو پہنچا۔ تو مجھ کو تحقیقات پر معلوم ہوا۔ کہ میرا سندیسہ میرے نوکروں تک نہیں پہنچایا گیا تھا۔ دوسری صبح میں تڑکے ہی ۶ بجے والی گاڑی سے گوجرانوالہ جارہا تھا۔ وزیرآباد کے سٹیشن پر ڈپٹی انسپکٹر رام نراین مجھ کو پہنچانے کی غرض سے آیا میں نے اُس سے پوچھا کہ میرا پیغام کیوں نہیں پہنچایا گیا تھا اُس نے مجھ سے کہا کہ گھوڑا دوڑ کر آگیا۔ لیکن زیادہ تحقیقات پر معلوم ہوا کہ وہ کانسٹیبل جو کہ بعد کو رحمت علی نکلا واپس نہیں آیا تھا۔ مجھ کو یقینی طور پر یاد نہیں کہ اُس نے اس کی کیا وجہ بیان کی۔ لیکن جہاں تک مجھ کو یاد ہے میرا خیال ہے کہ اُس نے کہا کہ یا تو کانسٹیبل نے خیال کیا کہ میں اس گھوڑے کو بھگا دینے کی وجہ اس سے ناراض ہوں اور اس لئے وہ واپس آنے کے لئے میرے وزیرآباد چھوڑنے کا انتظار کر رہا تھا یا وہ جانور کی تلاش میں تھا۔ یہہ صرف ڈپٹی انسپکٹر کے قیافہ تھے۔ کیونکہ وہ ٹھیک طور پر نہیں جانتا تھا۔ مجھ کو اس بات کا یقین نہیں ہے کہ آیا میں نے صدر سے اس آدمی کے متعلق زیر تحقیقات کے لئے حکم دیا یا ایک دو دن بعد مجھ کو خبر ملی کہ اس کا مردہ جسم دستیاب ہوا ہے۔ جیسا کہ میں خیال کرتا ہوں میں نے رپورٹ میں کہا تھا کہ جسم کا پوسٹ مارٹم کیا جاوے لہذا اس کا پوسٹ مارٹم کیا گیا۔ میں نے اس سے زیادہ کوئی حکم نہیں دیا۔ مجھ کو ٹھیک یاد نہیں کہ میں نے کوئی حکم صادر کیا۔ ممکن ہے میں نے کیا ہو تھوڑے وچار کے بعد

(بقیہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۰ کالم اول سے)



صلیب کلوری:- "جب وہ اس جگہ پر پہنچے جسے کھوپری کہتے ہیں تو وہاں اُسے صلیب دی" (لوقا ۲۳: ۳۳)- یہہ جگہ جس کو کلوری یا کھوپری کی جگہ کہتے ہیں یروسلم کے نزدیک کھوپری کی شکل میں پہاڑ کی ایک چھوٹی سی چوٹی ہے- اور دنیا کی تاریخ کا عین مرکز ہے- اس سے بائبل کی تمام باتیں اس کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور مابعد کے تمام واقعات اور باتیں اسکی طرف راجع ہیں- بلکہ استقبال بھی اُسی کیطرف جھکا ہوا ہے- کیونکہ آسمان کے مقدسین جبکہ اس کو تخت کے عین درمیان میں ایسے طور پہ دیکھتے ہیں "گویا برہ جو ذبح کیا گیا ہو" تو وہ اس کو آسمان کا مرکز تصور کرتے ہیں-

اس کھوپری کی جگہ پر جو واقعہ گذرا اس سے قریب سات سو سال پہلے ایک نبی نے اس صلیب کا سایہ یہودی مذہبی تواریخ پر ڈالدیا تھا- اور دنیا کے ناجی کا نقشہ الفاظ میں ایسے طور پر کھینچا کہ جب وہ دنیا میں مجسم ہو کر اس مقام پر آیا اور صلیب پر کھینچا گیا تو تاریک دلوں کے سوائے کوئی بھی اسکو شناخت کرنے میں قاصر نہ رہا- اسی نبی کے ذریعہ سے خدا نے کھوپری کی جگہ کے بارکین بڑی بھاری اور نہایت صاف روشنی ڈالدی- اور صلیب کا راستہ- اور صلیب پر کی قربانی اس کے دکھ مصائب اور ثمرات کا پورا پورا نقشہ کھینچ دیا ہے- پس جو بائبل سے بخوبی واقف تھے جلال کے خداوند کو مصلوب ہوتے ہوئے دیکھ کر اس حقیقت سے کبھی بھی بیخبر اور معذور نہ رہ سکتے تھے اور نہ اب رہ سکتے ہیں- یسعیاہ نبی نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ مسیح "خدا کے مقررہ انتظام اور ازلی علم کے موافق پکڑوایا گیا" (اعمال ۲: ۲۳) اور کہ "خدا نے سب نبیوں کی زبانی پیشتر سے خبر دی تھی کہ مسیح دکھ اٹھائیگا (۳: ۱۸)٭

بدیسی کھانڈ کے مخالف دھیانگرین- ۳ رنومبر کا اخبار عام راوی ہے کہ بمبئی کے ایک مشہور تاجر حاجی غلام محمد مجم نے یہہ سنکر کہ ولائتی کھانڈ میں ناقص کھاد اور ہڈیاں استعمال کیجاتی ہیں ولایت کے عظیم کارخانہ دار شکر کو لکھا کہ آپ سچ سچ بتائیں کہ کیا یہہ بات صحیح ہے؟ مسرز بلانچہ گرین جارڈین کمپنی لمیٹیڈ نے اس استفسار کا فوراً جواب ارسال کیا- انہوں نے بڑے زور سے اس خیال کی تردید کی اور قطعی طور پر یقین دلایا ہے کہ ہندوستان کو جو شکر بھیجی جاتی ہے اسمیں خون ہڈیاں یا چاکول میں سے کوئی چیز مطلق اور ہرگز استعمال نہیں کیجاتی ہیں اور یہہ وہ شکر ہے جو کبھی ہندوستان کو نہیں بھیجی جاتی- کیونکہ وہ شکر نہایت گران پڑتی ہے- آخر میں کمپنی مذکور قسمیہ کہتی ہے کہ جو سفید دانہ دار کھانڈ ولایت سے ہندوستان کو بھیجی جاتی ہے- اُس میں کوئی چیز قابل اعتراض نہیں ہوتی-

ہمیں اُن اشتہاروں اور اخباروں پر افسوس آتا ہے جو سودیشی تائید میں بدیشی اشیا کو ناحق بُرا بھلا کہتے اور لوگوں کو متنفر کرتے ہیں- ایسے لوگ ملک میں شانتی اور اتفاق کی بجائے بیقراری اور نفاق کا بیج بو رہے ہیں٭

آریہ سماج کی دینی کتب میں خوفناک جرموں اور گناہوں کی تعلیم- یہہ ایک کتاب کا نام ہے جسکو دیورتن دیو سماجی نے آریہ سماج کی مستند اور معتبر کتابوں سے تالیف کیا ہے- اور ۲ر قیمت پر سکرٹری دیو سماج پردھان کاریالے دیو آشرم لاہور سے ملسکتی ہے "آریہ سماج کی دینی کتب میں جہاد کی تعلیم" اور اس کتاب کے طرز بیان اور مضامین اور سلسلہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیورتن صاحب نے دیانندیوں کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے- اور اسکو ایسے طور پر نباہ رہے ہیں کہ جو بات آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں اس کو بڑی متانت اور شائستگی کے ساتھ انہیں کی دینی کتب میں سے بحوالجات پیش کرتے ہیں اور واجب حاشیہ بھی چڑھاتے ہیں- گو یہہ کام ہمارے دیانندیوں کے دلوں میں خار کیمانند چبھتا ہو مگر بمصداق سچ مرچاں جھوٹ گڑ کا کام دیتا ہوگا- تھوڑا عرصہ ہوا کہ انہوں نے "آریہ سماج کی دینی کتب میں جہاد کی تعلیم" شائع کر کے آریاؤں کی جھگڑالو طبیعت کو انہیں کی کتب سے، موروثی طور پر انہیں آئی ہوئی ثابت کر دیا- مگر اب کتاب زیر ریویو تصنیف کر کے ان خرابیوں کا ماخذ بھی بتا دیا جو آئے دن ان کے درمیان نمودار ہوتے رہتے ہیں جنکی بابت اڈیٹر اندر واویلا کرتا ہے- پس یہہ حالت دیکھ کر دل میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب انہیں کی دینی کتب میں ایسی جرائم اور گناہوں کی تعلیم ہے تو اُن کو ڈر ہی کیا ہے- اگر وہ ایسے کام کریں؟ اور وہ کس منہ سے ان کے خلاف تعلیم دے سکتے یا دیتے ہیں؟ اب ان کو چاہئے کہ یا تو اپنی دینی کتب کی ترمیم کر کے تمام ایسی باتوں کو یک قلم خارج کر دیں یا ان سے قطعاً انکاری ہو جائیں- مولف نے ایسی باتوں کو مختصر مگر مکمل رسالوں میں جمع کر کے دیگر مذاہب کے پرچارکوں پر بڑا بھاری احسان کر دیا ہے- اور وہ یہہ ہے کہ اول چونکہ ان کل کتابوں کا ہر ایک شخص اور خصوصاً اوسط وسعت کے پرچارکوں کو مطالعہ یا انکا خریدنا مشکل ہے اس لئے یہہ مختصر خزانہ نہایت مفید اور موزون ہے دوئم ہر وقت ان کتابوں کا گٹھڑ ساتھ رکھنا بھی محال ہے سوئم تمام علیحدہ علیحدہ مضامین کو یکجا کرنا بھی سب کے لئے دشوار ہے ان کتب سے یہہ تمام مشکلات حل ہو جاتی ہیں- ہم مسیحی اور محمدی اور سناتنی اور دیگر غیر دیانندی

پر چارکون سے بڑے زور کے ساتھ سفارش کرتے ہیں کہ اس کتاب کو اور اس سے پہلے شائع ہوئی ہوئی کتاب "جہاد" کو ضرور بالضرور منگوا دیں قیمت اس کی صرف دو آنہ ہے۔ زیادہ تشریح اور نمونے کے طور پر اس کے مضامین کی فہرست بھی ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ایک تمہید کے بعد ذیل کی باتیں مرقوم ہیں:-

(۱) گئوکشی اور گوشت خوری کا جواز

(۲) اچھی اولاد پیدا کرنے کے لئے گوشت خوری کی ہدایت۔

(۳) بکری اور تیتر کے گوشت کھانے کی ہدایت

(۴) آدمی کا گوشت کھانے کی ہدایت

(۵) مختلف مذہبوں کے ہادیوں کی بے عزتی

(۶) مکاری کی تائید

(۷) دھوکا بازی کی بیہودہ تعلیم

(۸) انسانوں کے خون کی کھلم کھلا تعلیم

(۹) راج نیتی کی تعلیم کے نام سے سخت مجرمانہ اور وحشیانہ بجنا کی تعلیم

(۱۰) زناکاری کی خوفناک تعلیم

(۱۱) ہندوؤں میں طلاق کی مجرمانہ تعلیم

(۱۲) فحش بیانی یا اس سے بدتر جرموں کی تعلیم

چین کی ترقی کا ماخذ- ہندوستان میں اکثر تعلیمیافتہ لوگوں کو یہہ کہتے سنا گیا ہے کہ انگریزی تعلیم اور تہذیب ہندوستان کی موجودہ تعلیم اور تہذیب کا خاص ذریعہ نہیں ہے۔ مگر تجربہ اور واقعات بیان کرتے ہیں کہ انگریزی تعلیم اور تہذیب اور انجیل مقدس موجودہ دنیا کی ترقی کا ایک لاثانی اور مفید ذریعہ ہے۔ اسی کی روشنی سے ہندوستان اب منور ہے۔ اور جاپان نے بھی اس کی ہی وساطت سے تہذیب و ترقی حاصل کی ہے۔ چنانچہ ہزاروں طلبا ہند و جاپان سے ہر سال یورپ اور امریکہ کو جاتے اور تعلیم پاکر اسکی اشاعت یہاں آکرتے ہیں۔ اب چین بھی اپنی مغربی تہذیب کی نیند سے جاگا ہے۔ چنانچہ گذشتہ پانچ سالوں میں عظام چین بلکہ ملک ڈاوگر نے بخوبی معلوم کر لیا ہے کہ ہماری تہذیب سے مغربی تہذیب کے فواید کثیر ہیں۔ اس لئے انہوں نے یکلخت اپنی صدیوں کی تہذیب کو منقلب کر دیا اور مغربی تہذیب اور علوم کی تحصیل کے درپے ہوگئے۔ انگریزی زبان وہاں بڑی سرعت کے ساتھ پھیل رہی ہے اور جاپانی لوگ بالخصوص اس کے استاد ہیں۔ دو ہزار سے زیادہ مدرسے وہاں قایم ہیں جنمیں انگریزی زبان کی تعلیم دی جاتی ہے۔ بہت سے انگریزی اور امریکن اساتذہ وہاں کام کر رہے ہیں مگر ان کی تعلیم و تدریس کا زیادہ تر انحصار جاپانیوں پر ہے۔ گیارہ ہزار سے زیادہ چینی جاپان میں تعلیم پا رہے ہیں۔ حال ہی میں سرکار چین کی جانب سے یہہ حکم نافذ ہوا ہے کہ ہوپیہ اور ہیونن کے صوبوں کے مدرسوں میں انجیل مقدس کی تعلیم دیجائے۔ لوہے کی جوتیوں میں پاؤں کسنے کی پرانی قبیح رسم کے انسداد کا بھی حکم جاری ہوگیا ہے۔ اور اگرچہ یہہ بد رسم تاحال جاری ہے مگر پھر بھی حکومت اور مغربی تہذیب کی تعلیم کے ذریعہ سے جلد تر زائل ہوتی جاتی ہے۔ موجودہ ترقی بالخصوص مشنری صاحبان کی کوششوں اور جانکاہی کا نتیجہ ہے۔ ہزاروں چینی ایسے ہیں جو اگرچہ مسیحی نہیں ہوئے مگر پھر بھی اس کے اثرات سے خالی نہیں۔ اور مغربی دنیا کے طرز معاشرت پر لگاتار اور بڑی گرمجوشی سے عمل ہو رہا ہے۔ بہت سے چینی ایسے ہیں جو مسیحی مذہب کی مفید صورتوں کی پیروی کر رہے ہیں گرچہ ابھی تک انہیں جرات نہیں کہ مسیحیت کو علانیہ قبول کریں۔

قطب شمالی کا سفر- صدیوں سے اس امر میں جانکاہ اور سرتوڑ کوششیں ہو رہی ہیں کہ قطب شمالی تک پہنچ کر وہاں کی سیر کیجاوے اور یہہ دریافت کیا جائے کہ وہاں کی سرزمین کی کیا کیفیت ہے۔ مگر تاحال کوئی کامیابی اس امر میں نہ ہوئی۔ کیونکہ وہاں شدت سے طوفان جاری رہتے ہیں اور برف کے بڑے بڑے تودے اس طوفان میں عجلت کے ساتھ ادھر ادھر بہتے پھرتے ہیں اور اگر کوئی جہاز وہاں پہنچ جاوے تو ان کے ساتھ ٹکرا جاتے ہیں اور جہاز پاش پاش ہوکر معہ سواریوں کے برباد ہو جاتا ہے۔ اور منزل مقصود تک نہیں پہنچنے پاتا۔ چند برسوں کا عرصہ گذرتا ہے کہ ناروے کے ایک سیاح نے اس مہم کا بیڑا اٹھایا اور قطب شمالی سے دو سو ساٹھ میل درے تک پہنچ کر واپس آگیا پھر ایک صاحب ہمت اٹلی سے نکلا اور جبکہ جانفشانی اور تنگ دو سے اپنے ماقبل سے بیس میل آگے بڑھ گیا دنیا کی نظر میں انسانی کوشش کی حد ہو چکی تھی۔ یعنی کہ اب اس سے آگے بڑھنا بشری قدرت میں نہیں ہے۔ مگر انگریز بھی عجیب حوصلہ اور ہمت کے آدمی ہیں آخر اس مہم میں کامیابی کا سہرا امریکہ کے یونائیٹڈ سٹیٹس کے ایک بہادر اور جوانمرد مسٹر پیری کے سر رہا جو حال ہی میں ان سب سے گوئے سبقت لے گیا اور ۸۷ درجہ ۳ ثانیہ تک پہنچ گیا جہاں سے قطب شمالی صرف دو سو میل کے فاصلہ پر رہ گیا۔ ولیم صاحب کا ارادہ ہے کہ آئندہ سال غبارہ کے ذریعہ سے اس دوڑ میں کا حقہ کامیابی حاصل کریں۔ ہیچ مشکلے نیست کہ آسان نشود۔ مرد باید کہ ہراساں نشود۔

جعلی واقعہ امریکہ میں تانبے کی کان کھودنے کھودتے ایک انسانی لاش برآمد ہوئی ہے۔ یہہ لاش بالکل



تازہ نظر آتی ہے۔ لباس کی بجائے ٹاٹ اس کے زیب تن ہے۔ یہہ ٹاٹ کا لباس بھی بالکل نیا معلوم ہوتا ہے۔ مگر لاش اور ٹاٹ سب پر زنگ چڑھ گیا ہوا ہے۔ اِس لاش کے پاس دو ہتھوڑے بھی پڑے ہوئے ملے ہیں۔ انہیں سے ایک پتھر کا ہے اور دوسرا کسی ایک دھات کا۔ اُن کے دستے لکڑی کے ہیں اور چمڑے کے تسموں سے کسے ہوئے ہیں۔ یہہ چمڑے کے تسمے بھی جیسے کے تیوں نئے معلوم پڑتے ہیں۔ علماء کا خیال ہے کہ یہہ لاش دو ہزار سال سے یہاں پڑی ہوئی ہے؞

نورافشاں مطبوعہ ۹ نومبر صفحہ ۵ کالم ۳ پر اُس مضمون میں جو کلارک آباد سے مسٹر جسونت سنگھ صاحب نے لکھا ہے مسٹر عزرایاہ یوں کہتے ہیں کہ "میرے نزدیک یہہ مکاری ہے اگر ہم صرف دعا میں اپنی زندگی گذرانیں اور اُس کے لئے کام کرنے کو تیار نہوں۔ ایسی دعا کرنی فضول ہے کہ اسے خداوند فصل کو بھیج اور ہم خود کام کرنے کو تیار نہوں"۔ سچ ہے یہہ خداوند مسیح کی تعلیم اور نمونہ اور عقل سلیم کے خلاف ہو۔ مسیح مرد دعا اور عمل تھا۔ اسی طرح اُس کے رسول بھی مگر افسوس ہے کہ آجکل مسیحیوں میں خواہ وہ پادری صاحبان ہوں خواہ دیگر خادم یا عام مسیحی اکثر مسٹر عزرایاہ والی بات پوری ہو رہی ہے۔ بھائیو! جاگو اور دعا کرو اور خداوند کے لئے حتی المقدور کام کرو؞

بڑی خوشی اور ہندوستان کے لئے فخر کی بات ہے کہ مسٹر جہیش چندر سہانے جو امریکہ کے اوریگن اگریکلچر کالج میں فن زراعت کی تعلیم پا رہے ہیں وہ طریقہ معلوم کر لیا ہے جس سے بالصحت دریافت ہوسکتا ہے کہ کافی میں کس قدر چکوری آمیز ہو سکتی ہے۔ اس دریافت سے آپ امریکہ میں مشہور ہوگئے ہیں۔ اور اس دریافت سے کالج کو بڑا بھاری فخر حاصل ہو گیا ہے۔ اِس لئے کالج کی طرف سے انکو ماسٹر آف سائنس کی ڈگری بھی مل گئی ہے۔ ہم مسٹر موصوف کو مبارکباد دیتے ہیں۔

فرانس کے خاندان امراء میں سے ایک شخص کی ڈھال پر یہہ لکھا ہوا تھا کہ "جو کچھ خدا چاہتا ہو وہی میں کرونگا"۔ عجیب طبیعت ہے جس سے ہمکو دعا کرنا چاہئے "تیری مرضی بر آوے"۔ جب ہماری مرضی خدا کی مرضی کے مطابق ہو جاتی ہے تو جیسا آسمان پر ویسا ہی زمین پر بھی خاص خاص نتائج ظہور میں آتے ہیں۔ دکھ وہ شئے ہے جس کی بابت اکثر لوگ کہدیا کرتے ہیں "تیری مرضی بر آوے"۔ لیکن ہماری امید یہہ ہوتی ہے کہ وہ بات بلا ہماری مرضی اور محنت و مشقت اور مصمم ارادہ اور دلی کوشش کے ذریعہ سے پوری ہو۔ ان صورتوں میں پاکیزگی اور مفاد ہمکو کبھی بھی نصیب نہونگے مگر سوال لازم آتا ہے کہ پھر کس طرح سے پاکیزگی اور مفاد ہمکو نصیب ہوں گے؟ جواب یہہ ہے کہ اسی وقت جبکہ ہم مستعدی سے کہینگے کہ "جو کچھ خدا چاہتا ہے میں وہی کرونگا"۔ اور پھر اپنی مرضی کو فضل سے بدل دیں۔ اور تب ہم اپنے آپ کو یا دنیا کو بہتر بنا دینگے۔ ج۔ آر۔ ل

کہتے ہیں کہ سردار امیر الدولہ خان کے پاس ایک بڑا ہیرا تھا۔ (یہہ ایک افغان سردار تھا جو راولپنڈی میں فوت ہو گیا ہے) اور یہہ ہیرا انکو اپنے والد سردار شجاع الدولہ سے ورثہ میں آیا تھا جس نے ۱۸۱۳ء میں شاہ شجاع کو قتل کرکے یہہ ہیرا اس سے لے لیا تھا۔ سابق امیر عبدالرحمٰن خان کے زمانہ میں سردار امیر الدولہ افغانستان سے راولپنڈی میں آکر مسکن گزین ہو گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ ۱۸۸۳ء میں وہ پیرس اور لنڈن کو گیا اور اِس ہیرے کو فروخت کرنے کے لئے جوہریوں کے پیش کیا۔ کہتے ہیں کہ ۵۰۰ ہزار پونڈ اس کو اس کی قیمت ملتی تھی مگر اس نے لینے سے انکار کیا۔ اُس کی وفات کے بعد اب اس امر کا جھگڑا ہے کہ اس کا مالک کون ہے۔

چین میں ایک مشنری نے ایک چینی گروہ کو چین کے مختلف مذاہب پر بحث کرتے سنا۔ گروہ میں سے آخر کار ایک شخص بول اٹھا "صورت تو یعنی ایسی ہے کہ گویا ایک چینی آدمی کنوئے میں پڑا ہوا اور کنوئے میں سے باہر نکل آنیکے واسطے غیر کی مدد کا محتاج ہے۔ کنفیوشس اُس کے پاس آیا اور اسے کہنے لگا اگر تم صرف میرے احکام مان لیتے تو تم کبھی کنوئے میں نہ گرتے۔ بدھ جی بھی کنوئے کے دہانے پر آئے اور اس سے کہنے لگے۔ او بیچارے چینی۔ اگر تم اپنی اس جگہ ہوتے جہاں میں ہوں تو میں تمکو بالکل درست کر دیتا۔ پھر اُس چینی نے جو کنوئے میں پڑا ہوا تھا اسے جواب دیا جہاں تم ہو اگر میں وہاں ہوتا تو مجھے امداد کی ضرورت نہ ہوتی۔ مگر بعد میں یسوع مسیح اُس کے پاس آیا۔ اور اس کی اس حالت پر آنسو بہائے۔ اور خود کنوئے میں کود پڑا اور اس بیچارے کو صاف کنوئے سے باہر نکال لیا"۔

پس یہہ وہ قدرت اور محبت ہے جس سے مسیح نے ہمکو پیار کیا اور دوزخ کے گڑھے سے صاف نکال لیا۔

جان رسکن نے اپنی طفولیت کی برکات شمار کرتے ہوئے ذیل کی تین باتوں کو افضل بتایا ہے۔ (۱) اطمینان۔ اس کو تعلیم دیگئی تھی کہ خیال عمل اور کلام میں اطمینان رکھنے کے کیا معنی ہیں۔ اُس نے اپنے

والدین کو کسی خانگی معاملہ میں جھگڑتے کبھی نہ سنا تھا اور نہ ہی انہیں سے کسی کی آنکھوں میں غصہ کی نظر دیکھی تھی اور نہ ہی خانگی معاملات میں اس نے کسی قسم کی تکلیف یا بے ترتیبی ایک لمحہ کے لئے بھی دیکھی تھی (۲) اس کے بعد وہ فرمانبرداری کی بڑی قدر کرتا تھا۔ وہ اپنے والدین کے حکم کی فوراً تعمیل کیا کرتا تھا اور اُن کے انگلی کے اشارہ کو بے چون وچرا علی الفور مان لیتا تھا۔ اور کبھی اُن کے خلاف کرنے کا اسکو خیال بھی نہ گذرتا تھا۔ (۳) تیسرے درجہ پر وہ ایمان کو اعلیٰ سمجھتا تھا۔ اس کے ساتھ جس شے کا وعدہ کیا جاتا وہ اسکو فوراً یا ضرور ملجایا کرتی تھی۔ اور وہ کسی بات سے کبھی نہ ڈرتا تھا تا وقتیکہ اسپر وہ بات آنہ پڑتی تھی۔ اور نہ ہی کبھی کوئی بات اس کو بتائی گئی تھی جو درست نہ تھی۔

ستیہ دھرم پرچارک جالندھر نے یونیورسٹیوں کے متعلق لالہ لاجپت رائے کا ایک بڑا دلچسپ نوٹ پنجابی سے نقل کیا ہے جو بالکل درست اور حسب حال ہے۔ اور وہ یہہ ہے کہ "جاپان اور امریکہ کی یونیورسٹیاں ایسے انسان پیدا کرتی ہیں جو بُدھ دویا طرز حکومت تجارت اور صنعت وحرفت میں اپنے جوہر دکھلا سکتے ہیں۔ یورپ کی یونیورسٹیاں انسان اور عالم پیدا کرتی ہیں۔ بھارت ورش کی یونیورسٹیاں سیوک اور کلرک پیدا کرتی ہیں"۔ لیکن کیا درحقیقت یہہ بات سچ ہے؟ کیا یہہ قصور بھارت ورش کی یونیورسٹیوں کا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہماری دانست میں یہہ بھارت ورش کے گردونواح کا ہے نہ کہ یونیورسٹیوں کا۔ کیونکہ یہاں کے لوگ تعلیم پاکر تلاش معاش میں لگ جاتے ہیں۔ اُن کے تعلیم پانیکا مقصد ہی "سیوک اور کلارک" بننا ہے۔ ورنہ تعلیمی حیثیت سے یورپ اور امریکہ اور جاپان اور بھارت ورش کی یونیورسٹیوں میں چنداں فرق نہیں۔ فرق جو ہے وہ صرف مذکورہ بالا ممالک کے اور بھارت ورش کے لوگوں کی نیتوں کا ہے۔ اگر آج بھارت ورش میں سے ملازمت کا سلسلہ قطعاً بند ہو جائے اور کسی کو کسی قسم کی امید ملازمت ملجانے کی باقی نہ رہے تو اغلب ہو کہ یونیورسٹیاں بھی کمزور ہو جائیں اور شاید بہت کم ہو جائیں۔

پونا کا ایک انگریزی اخبار کریسچن سٹیزن لکھتا ہے کہ امریکہ کے مدرسوں سے بائیبل قریباً مفقود ہے۔ اور اگر اسکی تعلیم کسی مدرسہ میں ہوتی بھی ہے تو وہ صرف اخلاقی تعلیم ہی کی نظر سے ہوتی ہے نہ کہ مسیحی تعلیم کے لحاظ سے۔ بائیبل کی تعلیم کی بجائے استاد بعض اوقات دعا مانگا کرتے ہیں یا لڑکے مقدس گیت گایا کرتے ہیں جب بائیبل پڑھی جاتی ہے تو عموماً یہی خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اخلاقی سبقوں کا خلاصہ ہے جسمیں ایک خاص قسم کے علم ادب کی قدر موجود ہے۔ اس وطیرہ کے بڑے مستثنیٰ صرف رومن کیتھولک ہیں جو ظاہری مذہبی تعلیم دیتے ہیں۔ انگلستان میں بھی دینی تعلیم کیجانب سے مدرسوں میں سخت غفلت ہو رہی ہے۔

ان حالات کا مقابلہ فرانس جیسے آزاد خیال ملک کے حالات کے ساتھ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دن دور نہیں جب فرانس جیسی بدامنی اور بدانتظامی اور بداخلاقی ان ممالک میں بھی نمودار ہو جائیگی۔ خداوند یسوع مسیح کا کہنا بہت جلد پورا ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے نزدیک "بدینی کے پھیل جانے سے بہتوں کی محبت ٹھنڈی ہو جائیگی"۔ اگر ان مغربی ممالک نے مذہبی پہلو سے بائیبل کو ترک کر دیا ہے یا ترک کر رہے ہیں تو کیا اسکی بجائے ویدوں کو یا قرآن کو قبول کر لینے پر وہ تیار ہیں؟ جیسا وہ بائیبل سے واقف ہیں۔ ویسا ہی وہ ویدوں اور قرآن سے بھی واقف ہیں اگر وہ ان کتابوں کو ماننے والے ہوتے تو بالفرض بائیبل کے عوض اُن کو قبول کر لیتے۔ مگر یاد رہے مسیح کا کہنا بھی صادق آتا ہے کہ "تم زمین کے نمک ہو لیکن اگر نمک کا مزہ جاتا رہے تو وہ کس چیز سے نمکین کیا جاویگا؟ پھر وہ کسی کام کا نہیں سوا اس کے کہ باہر پھینکا اور آدمیوں کے پاؤں کے نیچے روندا جائے"۔ پس اُن ممالک کا حشر وہی ہوگا جو اس مقام میں نمک کا بتایا گیا ہے۔ اُن کو اصلی حالت پر لانے اور نمکین بنانے کے لئے نہ وید کافی ہیں اور نہ قرآن؛

سائنس کی تحقیقات کا آخری نتیجہ یہہ ہے کہ ظہورات طبعی کے عقب میں کوئی نہ کوئی طاقتور اور ہدایت کرنے والی شے ضرور ہے۔ جو زندہ اور باشخصیت اور قدرت کاملہ رکھتی ہے۔ لارڈ کالوین صاحب اس امر کے بارے میں یوں کہتے ہیں۔ انہوں نے خدا کو صرف اُس کے کاموں ہی سے معلوم کیا۔ مگر وہ بذریعہ سائنس ایمان مطلقہ سے اس بات کے تسلیم اور یقین کر لینے پر مجبور ہوئے کہ ایک ہدایت کرنے والی طاقت بھی ضرور ہے۔ یعنی یہہ وہ طاقت ہے جو فزیکل۔ ڈاینامیکل۔ اور الکٹریکل طاقتوں سے علیحدہ ہے۔ طاقت خالقہ پر جو محض سائنٹیفک یقین ہے اس کے اور ذرات کے اتفاقیہ اتحاد کے قیاس کو تسلیم کر لینے کے درمیان کوئی شے نہ تھی۔ کیا اس سے بھی کوئی ایسا بیہودہ خیال ہے کہ یقین کر لیا جائے کہ ذرات کی ایک تعداد برضی خود ایک جگہ لگ کے اور متحد ہو کے بلور یا اکاس بیل یا (مائکروب) یا ایک زندہ حیوان پیدا کر سکتے ہیں؟ انپر ایک روحانی اثر تھا اور وہ سائینس میں ایک ایمان رکھتے تھے کہ دنیا میں ہمارے گرد ایک تاثیر ہے۔ سائنٹیفک خیال قوت خالقہ کے تصور کو قبول کر لینے کے لئے مجبور تھا پچاس

برس کا عرصہ گذرتا ہے کہ میں نے ملک میں کہیں سیر کرتے ہوئے لانیگ سے استفتا کیا کہ کیا تمکو یقین ہے کہ گھاس اور پھول جو ہمارے گرداگرد ہیں محض کیمیائی طاقتوں سے اُگے ہیں؟ اُس نے کہا نہیں اور اس سے بڑھکے میں یہہ بھی یقین نہیں کر سکتا کہ علم نباتات کی کتاب جسمیں انکا بیان ہے وہ بھی محض کیمیائی طاقتوں سے بن گئی ہے۔"

مُراسلات

محمد صاحب کے ایک سچے گواہ کی تہذیبی منادی

مورخہ ۹ نومبر ۱۹۰۶ء کی شام کو مجھے اتفاق لودیانہ چوڑے بازار میں کسی خاص کام کیواسطے جانیکا ہوا ایک مولوی صاحب جو سفید ریش اور لحاظ چہرے کے ایک مہذب اور شائستہ نظر آتے تھے لیکن گفتگو فحش کلامی اور طعن وتشنیع تھی۔

دشنام دینے سے بھری ہوئی۔ پہلے تو وہ ہندو مذاہب کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ اور اس کے بعد مسیحی دین کو اور اس کے بعد آریا صاحبان کو انہوں نے پکڑا۔ اور ان کے واسطے درجہ ٹرائی کا رکھا۔ کہ گویا ہم نے انکو ٹرائی کیواسطے رکھ چھوڑا ہے۔ مخول بازی کا میدان اور مذہبوں کو گالی دینیکا میدان آریوں کے لئے وسیع ہے وہ اُس کی اب خدمت کیا کرینگے چند الفاظ اور بھی زبان مبارک سے نکالے کہ آریا صاحب کیا چاہتے ہیں کہ اب ہم کریں۔ وہ بھی ایک خدا کے ماننے والے ہیں۔ اور ہم خالص ایک خدا کو مانتے

گویا مذہب محمدی توحید سے بھرا ہوا سب ہے۔ خیر۔ چونکہ میں بھی وہاں کھڑا ہوا تھا۔ مجھے جرأت ہوئی کہ ایک سوال مولوی صاحب سے دریافت کروں چونکہ مولوی صاحب کا کام اور منادی صرف مذہبوں کو دشنام دینگی ہو رہی تھی۔ مسئلہ نجات کو وے بالکل قبر میں دبا بیٹھے تھے۔ اس کی طرف انکی توجہ مطلقاً نہ تھی۔ صرف ادھر ادھر باتوں میں غلطان و پیچان تھے۔ میں انکی توجہ اصلی نقطہ پر لانا چاہتا تھا۔ کہ محمدی نجات کیا ہے۔ کیونکہ مذہبوں کا اصلی کام یہہ ہے کہ وہ انسانکی نجات کو پیش کیا کریں کہ کس طرح بشر نجات پا سکتا ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں۔ کہ اس آنیوالے غضب سے کس طرح بچ سکتا ہے۔

خداوند مسیح نے کیا صاف کہا۔ کہ ہر ایک آدمی دلکے اچھے خزانہ سے اچھی چیزیں نکالتا ہے۔ اور برے خزانہ سے بری چیزیں۔ جیسے گرو ویسے چیلا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ دین عیسوی روز بروز ترقی ہے اور انجیل شریف کی دودھاری تلوار مذہب محمدی میں داخل ہوگئی ہے۔ اور ان کو انسانیت قایم رکھنیکا اصلی راستہ بتا رہی ہے۔ اور وے خود بخود مذہب محمدی سے تنگ آکر سچی راہ یعنی راہ اور حق اور زندگی کے سرچشمے کے پاس آرہے ہیں۔ کیوں نہ آئیں وے بیچارے مجبور ہیں مرتا کیا نہ کرتا۔ انکی زندگی کے گناہ اور آزادی گناہ کی انکو خداوند مسیح کے پاس لا رہی ہے کہ وے اُس سے نجات پا دیں۔

میرا سوال یہہ تھا۔ مولوی صاحب مذہب محمدی کے مطابق نجات یا بہشت اعمال حسنہ پر ہے۔ جب نجات اعمال حسنہ پر ہے۔ تو محمد صاحب کے رسول ماننے یا ان کو ہادی دین ماننے کی کیا ضرورت ہے گویا ہمارے اعمال حسنہ ہی محمد صاحب یا بہشت کی راہ

ہیں۔ اس صورت میں محمد صاحب بالکل علیحدہ ہوجاتے ہیں انکی کچھ ضرورت کسی کو نہیں ہے۔ اس پر مولوی صاحب ذرا گھبرائے۔ اور کہا کہ کس طرح آپ کہتے ہیں محمدی دین کی نجات اعمال حسنہ پر ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہہ تو دین عیسوی کا اصول ہے۔ میں نے عرض کی کہ ہرگز نہیں۔ دین عیسوی کی نجات خداوند مسیح ہے جو صرف ہماری نجات کی خاطر اس دنیا پر آیا۔ اعمال حسنہ پر نجات محمدیوں کی ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ کچھ حوالہ دے سکتے ہو۔ بندہ نے محمد صاحب کیوقت مرگ کا حال بتادیا۔ جبکہ انکی بیٹی فاطمہ اُن کے پاس آئی۔ اور کہا یا حضرت اب تو آپ الوداع ہوتے ہو میرا کیا حال۔ جواب ملتا ہے آن حضرت سے۔ بیٹی یہہ خیال نہ رکھنا کہ میں محمد کی بیٹی ہوں۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی اور پھر دوسرا واقعہ قرآن۔ جہاں لکھا ہے۔ کہ خداوند کریم حشر کے دن ترازو ہاتھ میں لیگا۔ اور ہر ایک کے اعمال تولیگا۔ اور اس کے مطابق فیصلہ دیگا۔ مولوی صاحب نے وہ آیت جھٹ پڑھکر سنا دی کہ وہ آیت یہہ ہے۔ اور کہا کہ محمدی نجات اعمال حسنہ کے اوپر نہیں ہے۔ خداوند کے فضل کے اوپر موقوف ہے۔ اعمال حسنہ صرف بہشت کے درجات کے لئے ہونے چاہئے۔ اسپر جب میں نے دوسرا سوال کیا۔ کہ اگر اعمال حسنہ پر نہیں ہے۔ تو محمدی مذہب میں داخل ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ فضل ہر ایک جگہ اپنا کام کریگا۔ فضل آریا صاحبان کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور سناتن دھرم کے لئے بھی اسی جگہ جہاں وے ہیں ہو سکتا ہے اور دیگر اقوام کے لئے بھی ہو سکتا ہے اس پر مولوی صاحب بہت چکرائے۔ اب مولوی صاحب اپنی اصلی عادت کو سامنے لائے۔ ملاں کی دوڑ مسجد تک۔ مخول بازی کا میدان بہت وسیع کیا۔ اور کہا شروع کیا کہ دیکھو ابھی تمکو پچھاڑ دیتا ہوں۔ ابھی تمکو ایک ہی لات سے



بھگا دیتا ہوں۔ میں نے منشی رحمت مسیح واعظ کو بھگا دیا۔ ڈاکٹر ویری صاحب مجھ کو خوب جانتے ہیں۔ اور یہاں کے سب واعظ میرے سامنے کھڑے نہیں ہوتے۔ میں نے مان لیا کہ بے شک وے کھڑے نہیں ہو سکتے۔ اس کی وجہ یہہ ہے۔ کہ آپکی خزانہ سے محمدی تعلیم شروع ہو جاتی ہے۔ جیسے گرد دیسے چیلا۔ مسیحی مناد۔ مسیح کی تعلیم کے اوپر چلتے ہیں۔ محبت بردباری فروتنی حلیمی۔ صبر برداشت وغیرہ مولوی صاحب نے اور زیادہ مخول بازی کا میدان وسیع کیا۔ اسپر اور محمدی مجمع جو وہاں پر جمع تھا انکی امداد میں ہنسنے لگا۔ پر میں نے پسند نہیں کیا کہ گفتگو کو طول دوں۔ اب مولوی صاحب مجھ سے پوچھتے ہیں۔ کہ وہ حوالہ دو کہ کہاں کہاں لکھا ہے۔ حالانکہ مولوی صاحب نے خود اس آیت کو حاضرین کے سامنے پہلے پڑھ کر سنا دیا۔ امید ہے کہ اگر یہہ حوالہ بھی قرآن سے نکال کر دیکھا دوں اور دوسرا حوالہ بھی تو ضرور۔ مولوی صاحب خداوند یسوع کو خدا کا فضل مانینگے۔ اور اس فضل پر ایمان لاکر زندگی میں داخل ہونگے۔ جہاں تک مجھے مولوی صاحب کے نام سے واقفیت ہے۔ اس پرچہ سے جو انہوں نے مجھ کو دیا۔ شیخ الہ دین صاحب واعظ انجمن حمایت اسلام لاہور۔ خوب حمایت اسلام کی کرتے ہیں۔ کیا اسلام کی حمایت دشنام دینے سے ہوا کرتی ہے۔ آفرین لیجیئگا مولوی صاحب اگر قرآن کے حوالجات کو آپ مفید جانتے ہیں تو وہ بھی پیش کئے دیتا ہوں سورہ بنی اسرائیل ۱ رکوع کی ۷ آیت کا پہلا حصہ ترجمہ۔ اگر بھلائی کروگے تم بھلا کروگے واسطے جانوں اپنی کے۔ اور اگر برائی کرو پس واسطے اس کے ہے (یعنی دوزخ) کیوں مولوی صاحب اب تو میدان بالکل صاف ہو گیا۔ گویا جیسا کروگے ویسا بھروگے نیکی کروگے تو بہشت اور بدی کروگے تو اجر دوزخ ہوگا۔ کیا آپ کا اب تو شک دور ہو گیا۔ یا کہ اور حوالہ چاہتے ہو۔ لیجیئگا اور دیئے دیتا ہوں۔ کیونکہ مسیحی محبت مجھکو مجبور کر رہی ہے کہ آپ مسیح کو جو خدا کا فضل ہے اس پر ایمان لاکر نجات پاویں۔ نجات سے محروم نہ رہیں۔ اور پھر دیکھو سورہ بنی اسرائیل ۲ رکوع ۱۳ و ۱۴ آیت۔ ترجمہ اور ہر آدمی کو لگا دیا ہے ہمنے اسکو عملنامہ بیچ گردن اسکی کے اور نکالینگے ہم واسطے ان کے قیامت کے ایک کتاب کہ دیکھیگا اسکو کھلا ہوا۔ پڑھ کتاب اپنی کو۔ اور پھر دیکھیگا۔ سورہ بقر رکوع ۱۵ ولنا اعمالنا ولکم اعمال کم۔ ترجمہ۔ واسطے ہمارے ہیں عمل ہمارے اور واسطے تمہارے ہیں عمل تمہارے۔ اور پھر سورہ بنی اسرائیل۔ رکوع ۱ آیت کو پڑھ لیجیئگا آخری حصہ ترجمہ بشارت دیتا ہے مسلمانوں کو وہ عمل کرتے ہیں اچھے یہہ کہ واسطے ان کے ہے ثواب اور پھر سورہ ابراہیم ۴ رکوع۔ ترجمہ۔ اور داخل کئے جاوینگے وہ لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے بہشتوں میں۔ سورہ حج ۷ رکوع۔ ترجمہ۔ پس وہ لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے واسطے ان کے ہے بخشش۔

پس متذکرہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ محمدیوں کی نجات اعمال حسنہ سے ہے نہ کہ فضل سے خداوند مسیح جو خدا کا فضل ہے اُن کے لئے ہے جو کہ فضل کے ماننے والے ہیں اور اسکی راہ کو دیکھتے ہیں ان کو نجات دے۔ عبرانیوں ۹/۲۸ کوئی بغیر مسیح کے لہو کے پاک ہو نہیں سکتا ہے اور جب پاک لہو سے ہو گیا تو اعمال خود بخود ہونے لگ جاتے ہیں۔ کیونکہ ہر آدمی اچھے خزانہ سے اچھی چیزیں نکالتا ہے۔ دلکی صفائی اور اعمال حسنہ کے کرنے کے لئے خداوند مسیح کی ہر ایک بشر کو اشد ضرورت ہے۔ مولوی صاحب کے لئے بھی اس لہو کی ضرورت مجھ کو محسوس ہوئی ہے کیونکہ بقول کلام کہ بغیر لہو بہائے معافی ہرگز ہو نہیں سکتی ہے عبرانیوں ۹/۲۲۔ مسیح نے لہو بہایا اور ہمارے لئے زندگی کا دروازہ کھولا ہے۔ اب دروازہ کھل گیا ہے مولوی صاحب کاشکہ آج داخل ہوں۔ جو دروازہ سے داخل ہوتا ہے وہ گھر کا مالک ہے اور جو دروازے سے داخل نہیں ہوتا ہے وہ چور اور بٹمار ہے۔ زندگی میرے لئے مسیح ہے اور موت میرے لئے نفع ہے کاشکہ مولوی صاحب کے لئے بھی ہو۔ فلپیوں ۱/۲۱ فضل۔ مخفی نہ رہے کہ فضل جسکی امید میں مولوی صاحب ہیں وہ صرف انجیل سے ظاہر ہوتا ہے۔ نہ کہ قرآن سے۔ اگر آپ یوحنا کی انجیل کا ۱/۱۴ آیت کو پڑھیں تو فضل آپ کی اندھیری آنکھوں کو روشنی دیگا کلام مجسم ہوا اور وہ فضل اور راستی سے بھر پور ہو کر ہمارے درمیان رہا اور ہمنے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا تھا۔

مولوی صاحب اسی جلال سے میری نجات ہوئی اور اسی جلال سے تمام دنیا کے گنہگاروں کی نجات ہو سکتی ہے۔ وقت ہے مسیح کے پاس آنے کا آؤ اور فضل جو مفت ملتا ہے وراثت میں لیلو۔ ورنہ پچھتاوگے۔ پھر پچھتائے کیا ہوتا۔ جب چڑیا چگ گئی کھیت ۔

راقم چمن خان ۔ از لودیانہ

پنجاب کی مسیحی واعظین کیخدمت میں گذارش

عرصہ سے بیکانیر کے علاقہ میں قحط سالی اور گرانی ہے اور آئے سال وہاں سے بیکانیرے† پنجاب میں چلے آتے ہیں شہر شہر اور گاؤں گاؤں محنت مزدوری کرتے

† پنجابی میں انکو باگڑیئے کہتے ہیں



پھرتے ہیں۔ اور بعض بعض تو ۱۰۔۱۰ سال سے ایک ہی جگہ اور شہر میں سکونت کر رہے ہیں لیکن وہ نہ اپنے گھر بناتے ہیں۔ اور نہ کوئی اچھا چھوپڑا عجیب لوگ ہیں۔ انکی دنیوی حالت بہت ہی ردی ہے۔ اور روحانی بھی قابل رحم ہے۔ معلوم نہیں کہ پنجاب میں کہاں کہاں مسیحی واعظین اُن کے درمیان کام کرتے ہیں۔ بھائیو یہہ لوگ خاص آپ کی توجہ کے قابل ہیں۔ یہہ غریب لوگ روح رکھتے ہیں۔ اور ایک خاص بات ہے۔ جسکی طرف آپکی توجہ مبذول کیا چاہتا ہوں۔ اُن کے درمیان بپتسمہ یافتہ مسیحی بھی ہیں۔ تلاش کرنے سے مل سکتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ میتھوڈسٹ مشن کے کنورٹ ہیں۔ ہمارے پنجاب کے مہتر عیسائیوں کی طرح ہیں جس طرح وہ مہتروں میں ملے جلے رہتے ہیں۔ ویسے ہی یہہ اپنے لوگوں میں دینی واقفیت میں بھی دونوں یکساں ہیں۔ دین کی نسبت بہت بے پرواہ ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ملتان میں کئی ایک مسیحی ہیں۔ یہاں مظفر گڈھ میں ۳ خاندان ہیں جنمیں میں ملا ہوں۔ ایک اتوار یہ گرجہ میں بھی آئے تھے۔ اور جب سے مجھے اُن کا سراغ ملا ہے۔ میں اُن سے ملتا رہتا ہوں۔ اور وہ بھی ملتے ہیں۔ اگرچہ ہم میں سے ہر ایک کا فرض کہ ان کی روحانی خدمت کریں۔ تاہم میتھوڈسٹ مشن کا خاص فرض ہے کہ ان کی تلاش کرے۔ اور اُنکے درمیان اپنے کارندے چھوڑے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان غریبوں کو نہ بھولینگے ؎

الراقم

واعظ

لاہور کے ماہواری اخبار مخزن پر ایک فحش اشتہار طبع کرنے کا مقدمہ چلایا گیا ہے ؎

آرین عقائد کی تردید دیانندی قلم سے

سوامی دیانند جی نے ارواح و مادہ کے نسبت آخری فیصلہ جو انکی کتاب رگوید آدی بھاشی بھومکا میں مندرج ہے نہایت عمدہ اور قابل دید ہے اُس کے پیشتر بھی ہم بحوالہ اوپدیش منجری ثابت کر چکے ہیں کہ سوامی جی نے لفظ سرو شکتیمان کی تشریح کرتے ہوئے قدامت مادہ اور ارواح سے انکار کر کے اپنی مذہبی ناستقل مزاجی کا کافی ثبوت دے چکے ہیں لیکن اب سوامی جی جو تحریر ہم پیش کرنے کو ہیں وہ بالکل صاف عام فہم کسی تشریح وغیرہ کی محتاج نہیں جس سے ثابت ہو جائیگا کہ سوامی جی اپنی تحریر میں کس قسم کا رنگ بدلا کرتے تھے آریہ سماجی صاحبان کی عادت ہے کہ جب کوئی مضمون اُن کے سمجھنے کے لئے پیش کیا جاتا ہے وہ بجائے اس کے کہ اُسپر غور کر کے حق و باطل میں تمیز کریں اُلٹا گالیوں کی بوچھاڑ شروع کر دیتے ہیں جس سے انکا مطلب شاید یہہ ہوتا ہے کہ غیر اقوام کی ان جانگزا نکتہ چینیوں سے بچے رہیں لیکن میں اپنے پیارے بھائی آریہ صاحبان کی خدمت میں مودبانہ التماس کرتا ہوں کہ یہہ طریقہ جو آپنے اختیار کر رکھا ہے وہ درست نہیں کسی بزرگ کا قول ہے کہ ہر ایک جو بولتا ہو اس کی فکر خیال نہ کرو بلکہ جو کچھ بولتا ہے اسپر غور کرو لیکن پیارے سماجیو آپ اس کے برخلاف پوچھنے والے کو دیکھتے ہیں۔ یعنی آپ مضمون پڑھنے سے پیشتر یہہ دیکھتے ہیں کہ مضمون نگار کس مذہب کا آدمی ہے اگر وہ عیسائی یا کسی دوسری مذہب کا معتقد ہوتا ہے تو اس مضمون کو غور سے پڑھنے سے پیشتر ہی غلط کہکر مضمون نگار کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیتے ہیں کیونکہ بارہا آزمایا جا چکا ہے کہ اگر ایک شخص اپنے آپ کو آریہ کہلا کر سوامی جی کی تحریر کے برخلاف بھی کچھ لکھ دیوے تو آریہ سماجی صاحبان جھٹ سے امنا و صدقنا کہکر قبول کر لیتے ہیں اور اگر دوسرے مذہب خواہ کیسی ہی سچائی سے کوئی مضمون لکھے اور پھر اسپر سوامی جی کا انگوٹھا ہی چسپاں کرا دے اس پر ضرور ہی آریہ بھائی سر لا ہا کر گالیا دینگے میں اس امر میں پورا تجربہ کار ہوں اور حسب المطلب بفضل خداوند اپنے بیان کو ثابت بھی کر سکتا ہوں اور خاص اسی مضمون سے تصدیق ہو سکتی ہے کیونکہ میں نے اس مضمون میں اپنا حاشیہ چڑھانا مناسب نہ سمجھکر صرف سوامی جی کی ہی متضاد تحریریں پیش کر رہا ہوں جس سے میرا مطلب یہہ ہے کہ شاید کوئی غور کرنے والی طبیعت غور کرے کہ کیا ایسا آدمی جو اپنی ہی تحریر میں اتنا اختلاف ڈالتا ہے کس طرح معتبر سمجھ کر اس کی ہر ایک بات پر امنا و صدقنا کی جا سکتی ہے اور بعد اس کے ہم مندرجہ ذیل حوالہ پر لیکھرامی دلائل کا بھی قلع قمع کرینگے اور ثابت کر دینگے کہ حوالہ مذکورہ ذیل کو صحیح مان لینے پر تمام سلسلہ قدامت ارواح خواہ سوامی جی کا ہو کسی لیکھرام وغیرہ کا درہم برہم ہو جاتا ہے اور اگر قدامت ارواح والی تحریر درست سمجھی جاوے تو اس قسم کے تمام حوالجات گذشتہ ردی ہو جائینگے غرض کہ آریہ سماج کو ان میں سے ایک ضرور چھوڑنا پڑیگا۔ (باقی آئندہ)

الراقم

رحمت مسیح از شاہ کوٹ

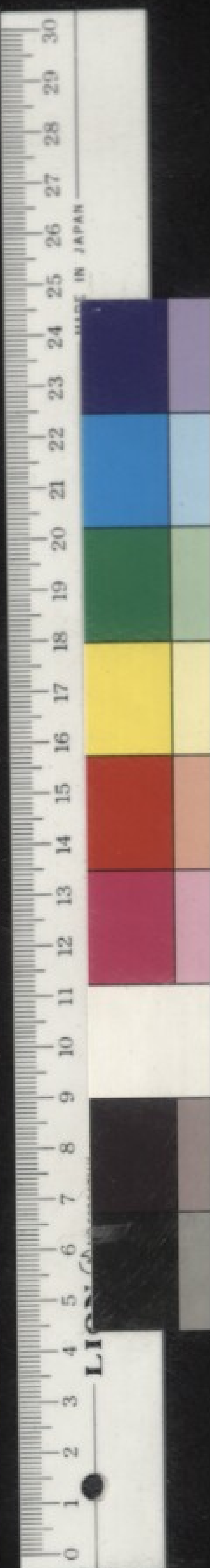
امرتسر میں پلیگ پھوٹ نکلی ہے۔ کٹرہ جڑت سنگھ میں کچھ عرصہ ہوا کہ چار موتیں پلیگ سے ہو گئی ہیں ؎

(بقیہ صفحہ ۲)

گواہ نے کہا، ہاں مجھ کو یاد ہے میں نے ڈپٹی انسپکٹر سے کہا تھا۔ کہ ایک دستخطی رپورٹ بھیجے۔ مسٹر پٹ میں نے حسب ذیل حکم کی ایک کاپی پیش کی "ڈپٹی انسپکٹر خود موقعہ واردات پر جاکر تحقیقات کرے اور تب رپورٹ کرے"۔

۱۲ر دسمبر ۱۹۰۶ء

لالہ لاجپت رائے نے مسٹر اٹھوپلے کی طرف سے جرح کی :۔ گواہ نے بیان کیا۔ کہ یہہ واقعہ جناب دریائے وزیرآباد کی جانب پیش آیا۔ مجھ کو رام نرائن کے گھوڑے کے بارے میں بیشتر اور کچھ نہیں معلوم تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ اس سے گھبراتا ہے اس نے مجھ سے خود نہیں کہا۔ لیکن اس کے اس جانور پر چڑھتے ہوئے ڈرنے سے میں نے ایسا خیال کیا۔ لیکن وہ اُس گھوڑے پر پہلے کئی بار سوار ہوا تھا جب کبھی کہ سواری کی پریڈ ہوتی تھی۔ تو وہ کوئی نہ کوئی بہانہ کرکے اس میں شامل نہ ہوتا تھا۔ مجھ کو نہیں معلوم کہ اُس کے پاس گھوڑا کب سے تھا۔ ممکن ہے کہ دو نون چھوڑ مہینوں پہلے اُس کے پاس ہو مجھ کو خیال ہے کہ ایک دفعہ قبل بھی میں نے اس کے سامنے گھوڑے کی آزمائش کی تھی۔ مجھ کو ٹھیک معلوم نہیں کہ صدر میں یا وزیرآباد میں۔ بیشک میں وزیرآباد کسی کام سے گیا ہونگا۔ مجھ کو ٹھیک یاد نہیں کہ وزیرآباد والا گھوڑا میرے پاس تھا یا نہیں میں اس گھوڑے پر اپنی قیام گاہ سے سوار ہوا تھا میں نے اس گھوڑے کو خود منگوایا تھا میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت اُس کو وہی کانسٹیبل لایا تھا۔ جو بعد کو رفعت علی نکلا۔ اتنے عرصہ کے بعد جہاں تک مجھ کو یاد ہے میں نے خود رام نرائن سے کہا تھا کہ وہ گھوڑا وقت مقررہ پر بھیجدے۔ اس واقعہ کے رپورٹ ہونے کے قبل میں نے رفعت علی کو نہیں پہچانا تھا مجھ کو یقین ہے کہ وہ اُس وقت وردی نہیں پہنے ہوئے تھا تھانہ قیام گاہ سے کوئی آٹھ سو گز کے فاصلہ پر ہوگا جہاں تک میں کہہ سکتا ہوں۔ میں نے ضرور اُس آدمی کو دیکھا ہوگا جو کہ گھوڑا لایا تھا۔ لیکن مجھ کو یہہ نہیں معلوم تھا کہ وہ کانسٹیبل تھا ڈائل صاحب کے بنگلہ پر بھی مجھ کو نہیں یاد کہ وہ وہی آدمی تھا جو گھوڑا لایا تھا۔ میں نے اس سے پہلے کئی بار رفعت علی کو دیکھا ہوگا لیکن میں اس کو نام سے نہیں جانتا تھا میں نہیں خیال کرتا کہ رفعت علی کی صورت سے میں خاص طور پر آشنا تھا۔ مجھ کو ٹھیک وقت یاد نہیں جب میں ڈائل صاحب کے مکان پر پہنچا۔ تیسرے پہر کا وقت ضرور تھا۔ شام کا وقت نہ تھا میری قیام گاہ سے ڈائل صاحب کا بنگلہ کوئی ڈیڑھ میل ہوگا۔ مجھ کو یاد نہیں کہ میں وزیرآباد کل سے دن رہا شکار کھیلنے کے ایک دن قبل میں وزیرآباد میں تھا۔ مجھ کو پورا یقین ہے کہ اس رات کو رفعت علی کی غیر حاضری کے بارے میں مجھ کو کوئی خبر نہیں کی گئی۔ کانسٹیبلوں کی حاضری لینے کا ایک وقت ہوا کرتا ہے صدر میں ایک وقت مقرر کیا جاتا ہے اور پولیس سٹیشن کو اس کی اطلاع دی جاتی ہے۔ مجھ کو نہیں معلوم کہ وزیرآباد میں حاضری کا کونسا وقت تھا۔ قاعدہ یہہ ہے کہ جب کوئی کانسٹیبل بغیر چھٹی کے غیر حاضر ہو تو روزنامچہ میں اس کا ذکر درج کیا جاوے اگر کوئی کانسٹیبل رات بھر غیر حاضر رہے تو دوسری ڈاک میں اس کی اطلاع افسر بالا کو کی جاتی ہے مجھ کو یاد نہیں کہ اس معاملہ میں کوئی رپورٹ صدر کو کی گئی تھی۔ جہاں تک مجھ کو یاد ہے میں کوئی دو گھنٹہ شکار کے لئے غیر حاضر رہا ہونگا۔ کوئی چراغ نہ جلنے پا اس کے قریب میں ڈائل صاحب کے مکان کو واپس آیا ہونگا ہم نے دریا کو عبور نہیں کیا۔ دوسرے دن رام نرائن نے میرے پوچھنے پر مجھ سے کہا تھا۔ اُس کے قبل مجھ کو کوئی پولیس کا افسر صحیح نہیں ملا۔ مجھ کو یاد نہیں کہ سٹیشن ریل پر اُس وقت کوئی اور موجود تھا یا نہیں۔ میں نہیں خیال کرتا کہ کرم چند ڈپٹی انسپکٹر وہاں تھا اور نہ ہی مسٹر نواب بیگ۔ میں خیال کرتا ہوں کہ رام نرائن نے مجھ سے نہیں کہا کہ رفعت علی کی تلاش کے لئے اُس نے کیا ترکیب کی ہے۔ میں خیال کرتا ہوں میں نے اُس سے کہا تھا کہ جیسے ہی وہ آوے مجھ کو مطلع کیا جاوے اُس نے مجھ سے نہیں کہا کہ وہ گھوڑا تھانہ کب پہنچا تھا اور نہ ہی گھوڑے کی حالت کے بارہ میں اُس نے مجھ کو کچھ بتلایا۔ مجھ کو اندازاً وقت یاد نہیں۔ کہ میرے وزیرآباد چھوڑنے کے بعد مجھ کو کب رپورٹ ملی مجھکو یقین نہیں کہ پوسٹ مارٹم میرے حکم سے کیا گیا تھا۔ میں یاد کرتا ہوں کہ رپورٹ میں ضرور ذکر ہوگا کہ جسم کس حالت میں پایا گیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں گجرانوالہ کتنے عرصہ تک رہا میں خیال کرتا ہوں کہ میں ۱۹۰۵ء میں مظفرگڈھ سے وہاں گیا تھا مجھ کو پورا یقین ہے کہ اُس شام کو رام نرائن میرے پاس نہیں آیا۔ اُس واقعہ کے بعد میں دنوں خواہ ہفتوں بعد تک وزیرآباد نہ آیا ہونگا۔ ہم ایک سرکاری روزنامچہ رکھتے ہیں۔ میں اُس کو یہاں نہیں لایا ہوں۔ یہہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ قریباً یقین ہے کہ ۱۲ر ستمبر کو میں وزیرآباد میں نہیں تھا۔ جو رپورٹ کہ مجھ کو صدر میں پہنچی وہ صدر تھانہ سے تھی۔ کرم چند وہاں ڈپٹی انسپکٹر تھا۔ رفعت علی رام نرائن کے تھانہ کے ماتحت تھا میں خیال کرتا ہوں کہ مجھ کو رام نرائن نے رفعت علی کے بارہ میں کوئی رپورٹ نہیں بھیجی۔ میں نے بیشک اس بات کو ضروری نہیں سمجھا کہ کرم چند کی رپورٹ کے بعد میں موقعہ واردات پر خود جاؤں میں نے مردہ جسم کو خود نہیں دیکھا۔ احکام صادر کرتے وقت مجھ کو کاغذات سے معلوم ہوا۔ کہ رفعت علی وہی آدمی تھا جس کے ہمراہ میں نے گھوڑا بھیجا تھا جہاں تک مجھ کو یاد ہے۔ رفعت علی کی موت کے ۴ یا ۵ دن بعد مجھ کو پتہ لگا۔ کہ اس کی موت کے بارے میں مجھ پر شبہ ہے۔ مجھ کو یقین نہیں کہ اس کے قبل مجھ کو علم ہوا ہو۔ میں خیال کرتا ہوں۔ میرے پیشکار نے مجھ سے



کہا تھا۔ میں اُس وقت کھوکی دورہ پر تھا۔ اُس نے صرف ایک افواہ بیان کی تھی میں خیال کرتا ہوں کوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع سے اس بارہ میں نہیں ہوئی۔ ممکن ہے کسی نے گمنام عرضیاں بھیجی ہوں۔ میں وّلا گجرانوالہ کو نہیں جانتا ہوں۔ میں نے نہیں سنا کہ اُس نے کوئی عرضی بھیجی تھی۔ مجھ کو نہیں یاد کہ وّلا اس واقعہ کے کچھ دن بعد چوری کے جرم میں چالان کیا گیا ہو میں نے نہیں سنا کہ وّلا نے کوئی بیان اپنے بچاؤ کے لئے اس بارہ میں دیا ہو کہ میں نے رفعت علی کے گولی ماری تھی جس کے بعد کو سنا کہ رفعت علی کے گولی ماری تھی۔ میں نے بعد کو سنا کہ رفعت علی کا ایک بھائی گجرانوالہ میں تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس ہی مقدمہ کے بارہ میں میں نے اُس کے بابت سنا ہو لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ کب اور کیوں میں نہیں جانتا کہ وہ کس تھانہ پر تعینات تھا۔ مجھ کو نہیں یاد کہ میں نے اُس کو بلوایا تھا۔ میں نے اُس سے اس واقعہ کے بارہ میں ذکر کیا ہو۔ لیکن مجھ کو قریب قریب یقین ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں نہیں خیال کرتا کہ ڈپٹی انسپکٹر کے علاوہ کسی بالا افسر نے اس معاملہ میں تحقیقات کی ہو۔ مجھ کو نہیں یاد کہ آیا مرحوم کی بیوہ نے یا اس کے کسی اور رشتہ دار نے کوئی عرضی مجسٹریٹ ضلع۔ ڈپٹی انسپکٹر جنرل یا لاٹ صاحب کو دی ہو میں خیال کرتا ہوں کہ میری ہی گذارش پر آنا افسران نے مجھ سے اس بارہ میں بات چیت کی نہ کہ کسی تحقیقات میں جو کہ وہ کر رہے تھے۔ ڈپٹی کمشنر کا نام دیوان ٹیک چند تھا اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل کا نام مسٹر ہیسٹنگس۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس نے فائل کو اس وجہ سے مانگا تھا کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ بھیجنے میں دیر ہو گئی تھی میں خیال کرتا ہوں کہ اسی وقت میرے پیشکار نے اس کے بارہ میں مجھ سے ذکر کیا تھا کاغذات کے بھیجنے میں دیر ہونے کی وجہ سے ڈپٹی کمشنر صاحب نے مجھ سے پوچھا تھا۔ میں نے تحقیقات کے کاغذات پھر کچھ عرصہ کے بعد دیکھے تھے۔ مجھ کو نہیں معلوم کتنے عرصہ بعد۔ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ ایک گمنام عرضی کے بارہ میں دیکھے تھے۔ جو ڈپٹی انسپکٹر جنرل کو بھیجی گئی تھی اور مجھ سے ایک رپورٹ طلب کی گئی تھی۔ چونکہ موت اتفاقیہ ہوئی تھی اور کسی نے اُس کو مرتے نہیں دیکھا تھا لہذا میں نے پوسٹ مارٹم کا حکم دیا تھا۔ میں اور ڈائل صاحب پہلے دن شکار کھیلنے گئے تھے۔ میں نہیں خیال کرتا کہ اور کوئی ہمارے ہمراہ گیا تھا۔ ہم اپنی بندوقیں اپنے آپ لے گئے تھے جو ڈائل صاحب کی تھیں میں نہیں جانتا۔ کہ صورت حال اِس کیس میں کس نے طیار کیا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ تحقیقات کس نے کی تھی میں نے ڈپٹی انسپکٹر کرم چند کو تحقیقات کے لئے کہا تھا۔ کرم چند کے برخلاف رشوت کے الزام لگائے گئے تھے۔ لوکسٹن صاحب تحقیقات کر رہے تھے اور میں خیال کرتا ہوں کہ اُس پر ایک ہی وقت میں بہت سے الزامات لگائے گئے تھے۔ میں نے اُس مقدمہ میں گواہی دی تھی اور کرم چند رہا کر دیا گیا تھا میں نے اس کے حق میں گواہی دی تھی۔ جہاں تک مجھ کو یاد ہے جب تک میں گوجرانوالہ میں ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس رہا میں نے اور کوئی شکایت اُس کے رشوت لینے کے بارہ میں نہیں سنی۔ میں نہیں جانتا کہ قصبہ جات منگوکی اور شوکی سے کوئی شکایات ہوئیں تھیں میں نہیں جانتا کہ دیال سنگھ ذیلدار ہے یا سفید پوش میں نہیں خیال کرتا کہ وہ میرے زمانہ میں ذیلدار بنایا گیا ہو گجرانوالہ چھوڑنے کے بعد پھر میں وہاں نہیں گیا میں نے کوئی بخشش یا معاوضہ مرحوم کی بیوی یا رشتہ داروں کو نہیں دیا اور نہ ہی میرے خیال میں وہ اس کے مستحق تھے میں خیال کرتا ہوں کہ وہ کانسٹبل گھوڑا لاتے وقت اپنی ڈیوٹی پر تھا۔ میں وزیر آباد کے بدمعاش وّلا کو نہیں جانتا۔

مسٹر شادی لعل نے لالہ جسونت رائے کی طرف ابھی جرح نہیں ہے مسٹر پیٹ مین صاحب نے گواہ سے جرح کی۔ تو اُس نے کہا جہاں تک میں خیال کرتا ہوں میں نے سب کاغذات پوسٹ مارٹم کے بارے میں ڈپٹی انسپکٹر جنرل کو بھیج دیئے تھے جبکہ اس نے رپورٹ مانگی تھی مگر کرم چند کا مقدمہ رفعت علی کے واقعہ سے بہت قبل ہوا تھا۔ جبکہ مجھ سے کرم چند کے چال چلن کے بارہ میں پوچھا گیا تھا۔ تو میں نے وہ بیان کیا تھا جو میں نے اپنے تجربہ سے جانا تھا یا جو مجھ سے قبل افسر نے اُس کے بارہ میں لکھا تھا۔

گواہ نمبر ۲

لچھمن داس اسسٹنٹ سرجن نے حلفاً بیان کیا ۱۸۹۹ء میں میں وزیر آباد کے شفاخانہ میں اسسٹنٹ سرجن تھا۔ پوسٹ مارٹم رجسٹر دیکھ کر اور واقعات کو یاد کر کے اُس نے بیان کیا، لالہ لاجپت رائے نے رجسٹر کے بارہ میں اعتراض کیا۔ کیونکہ وہ اصل کی ایک نقل ہی تھی۔ اعتراض نہیں مانا گیا۔ ہم دو کاپیاں کرتے ہیں یا تو ہم پہلے رجسٹر میں لکھ لیتے ہیں اور پھر اُس کی نقل ایک ویسے ہی فارم پر کرتے ہیں۔ جو سول سرجن کو بھیجا جاتا ہے یا پہلے فارم کو بھر لیتے ہیں اور پھر رجسٹر پر لکھتے ہیں۔ دونوں ایک رپورٹ ہوتی ہیں یہ میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ میں نے رفعت علی پولیس کانسٹبل نمبر ۲۸۴ کا پوسٹ مارٹم ۱۱ دسمبر ۱۸۹۹ء کو کیا تھا۔ مردہ جسم کی شناخت علم دین سارجنٹ اور رحمت علی کانسٹبل پولیس برادر مرحوم نے کی تھی جسم مردہ پولیس کانسٹبل ہر سنگھ اور نواب بیگ لائے تھے۔ زیر عنوان "اطلاع پولیس" کچھ واقعات درج ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔

باقی آئندہ نمبر میں۔

مخزن مسیحی

یہہ ایک پندرہ روزہ مسیحی پرچہ ہے جو رومن اردو و انگریزی زبانوں میں مسیحی کارندوں کے خاطر شایع ہوتا ہے اس کا مدعا ہے کہ بڑے بڑے مشران انجیل اور کلیسیائی کارندوں کے قلم سے نکلے ہوئے مضامین کے ذریعہ سے مسیحی کارندوں کی علمی امداد کرے۔ نیز مختلف مشن سٹیشنوں کی کلیسیائی خبرین اس میں خصوصاً درج ہوتی ہیں سنڈے سکول اور کرسچین اینڈیور کے کاموں کے متعلق ہر قسم کی ضروری توجہ دیجاتی ہے ؎

شرح چندہ کی حسب ذیل ہے

عوام سے ۔۔۔ عما ۔۔۔ سالانہ

اگر تنخواہ پچاس روپیہ سے کم ہو ۔۔۔ عہ ۔۔۔ ؍؍

اگر تنخواہ پچیس روپیہ سے کم ہو ۔۔۔ عہ ۔۔۔ سالانہ

؍؍ ؍؍ پندرہ روپیہ ؍؍ ؍؍ ۱۲ ؍؍ ۔۔۔ ؍؍

ادنی ترین نرخ ۔۔۔ ۱۲ ؍؍ ۔۔۔ ؍؍

نمونہ کا پرچہ درخواست پر روانہ کیا جاتا ہے۔

درخواستیں ذیل کے پتہ پر آنی چاہیے ؎

المشتہر

پادری۔ ای۔ جی میگا و الموڑہ یو۔ پی صوبجات

پرسبیٹرین بیواؤن و یتامیٰ کا فنڈ

یہہ فنڈ ۱۸۶۲ء عیسوی میں قایم ہوا ہے تین سو سے زیادہ اشخاص اس میں شریک ہیں ساٹھ سال کے عرصہ میں اس فنڈ کی طرف سے زیادہ پنشن دیگئی ہے یہہ رقم اس کل رقم سے نو ہزار روپیہ زیادہ ہے جو چندہ دہندگان سے وصول ہے اس وقت اِس فنڈ میں بیالیس ہزار پانسو روپیہ سے زیادہ خزانہ میں موجود ہے اس فنڈ کا نرخ کمی اور اس قسم کے فنڈ سے یہہ ارزاں ہے ہند کا ہر ایک مسیحی مرد و عورت اس فنڈ مین شامل ہو سکتا ہے مردوں کو پیرا سالی میں اور مستورات کو بیوہ گی کی حالت میں اور بچوں کو یتامیٰ میں اس فنڈ سے پنشن ملتا ہے۔ صرف ایک پیسہ کا کارڈ بھیجنے پر پراسپکٹس روانہ کیا جاتا ہے۔

المشتہر

پادری والٹر جے کلارک صاحب ایم۔ اے مینجنگ ڈائرکٹر نولکھا لاہور

دستور العمل نور افشاں

قیمت سالانہ اہل شہر سے اخبار بغیر ضمیمہ ۱۱؍ مع ضمیمہ گا

قیمت سالانہ مع محصولڈاک ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

قیمت ہر حالت میں پیشگی لی جائیگی ؎

شرح اجرت اشتہارات

مقدار اشتہارات	سہ ماہی	ششماہی	سال تمام
کالم کا آٹھواں حصہ	گا	ہے	ے
چوتھائی کالم	ہے	ے	عہ
نصف کالم	ے	عہ	ہے عہ
پورا کالم	عہ	ہے عہ	ما
پورا صفحہ	ما	ما	لعہ

ایک دفعہ کے لئے فی سطر کالم ۲ ر مابعد کے لئے ار فی سطر ایک روپیہ سے کم کسی اشتہار کے لئے نہ لیا جائیگا۔

نوٹ

نامہ نگار اپنی اپنی تحریروں کے آپ ذمہ وار ہیں۔

سنڈے سکول سبق

قیمت سالانہ پچاس پرچہ تصویردار سنڈے سکول بلا محصول عہ

؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ مع محصول عہ

؍؍ ؍؍ آٹھ کاپی سبق سنڈے سکول عہ

پادری۔ آر۔ ڈی۔ ٹرسیی صاحب ایم۔ اے اڈیٹر و مینیجر نور افشاں کیواسطے مشن سٹیم پریس لودیانہ میں دائیلی برادرس کے اہتمام سے چھپا